حرف و سخن
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

زبان، لسان اور لسانیات بنیادی مباحث

Language, Linguistics and Linguistics Basic Topics

ڈاکٹر سعدیہ عباس

پی ایچ۔ڈی اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

شگفتہ عثمانی

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

اسلم حمید

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT

Language is one of the blessings given by Allah that cannot be replaced. Language is what makes man better and different from other creatures. Language change or the formation of a new language happens when different nations, different races, different religions, traders and tourists, dervishes, Sufis go to another country or distant region, these people come to another region and speak their mother tongue. So the words of the language, names, idioms, terms, allusions, similes, metaphors, references, sources, functions, and lexical and syntactical techniques are added. By this natural connection the old popular language becomes a new mixture. Gradually, this mixed language developed and abandoned the old signs and became enriched with new words in a new way. This linguistic change is always there. Linguistics is the subject of complete awareness of the formation, nature, and evolution of language. The journey of sounds from words and sentences from words is the subject of linguistics. Linguistics is a broad knowledge. In this, the structure of the language is not only studied, but also the origin, evolution and origin of the language.

Key Words: *Language, Linguistics, the structure of the language, syntactical techniques, tongue, formation,*

زبان اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ زبان ہی انسان کو دوسری مخلوقات سے بہتر اور ممتاز کرتی ہے۔ فرشتوں کے مقابلے میں حضرت آدمؑ کو بھی زبان اور الفاظ نے ہی اشرف المخلوقات بنایا۔ زبان ہی انسان کے جذبات، خیالات اور احساسات کے اظہار کا واحد ذریعہ ہے۔ زبان سے نہ صرف انسان اپنے افکار و خیالات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے بلکہ دوسروں کے افکار و خیالات بھی جان سکتا ہے۔ صرف اظہار و افکار ہی نہیں کافی بلکہ افہام و تفہیم اصل روح ہے جو کہ زبان کے بغیر ممکن نہیں۔

لغوی لحاظ سے لفظ "زبان" کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے۔

ا۔ گوشت کا وہ لوتھڑا جس کے ذریعے بولنے کا عمل سر انجام دیا جاتا ہے۔

۲۔ وہ عضو مذکور جس سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ خواہ وہ ایک آواز ہو یا آوازوں کا مجموعہ ہو۔

انگریزی میں زبان کے لیے language کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کی تعریف یوں درج کی گئی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

"human and non-instinctive method of communicating ideas, feeling and desires by means of a system of sound and sound symbols".(1)

زبان وہ ذریعہ ہے جس کی مدد سے انسان اپنی ذات اور ماحول کے تقاضے کے مطابق اظہار و اخذ کرتا ہے خواہ یہ اظہار و اخذ کا عمل خاموشی سے علامات کی صورت میں لکھ کر کیا جائے یا آواز سے کلمات کی صورت میں بول کر کیا جائے یہ اظہار و اخذ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوتا جب تک لکھنے یا بولنے کی علامات اور الفاظ با معنی نہ ہوں۔ گویا زبان وہ بامعنی اصوات وعلامات کا مجموعہ ہے جن کی وساطت سے انسان بصورت تحریر یا تقریر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ماہر لسانیات اور محققین نے زبان کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ڈاکٹر محی الدین قادری زور زبان کی ماہیت سے متعلق لکھتے ہیں۔۔۔

> "زبان خیالات کا ذریعہ ہے اس کا کام یہ ہے کہ لفظوں اور فقروں کے توسط سے انسانوں کے ذہنی مفہوم ودلائل اور ان کے عام خیالات کی ترجمانی کرے۔اس ترجمانی میں وہ حرکات جسمانی بھی شامل ہیں جو کسی مفہوم کے سمجھانے کے لیے خاص خاص زبان بولنے والوں کے درمیان مشترک ہوتی ہے۔ خیالات کی ترجمانی کے لیے نطق یا قوت گویائی ہی ایک مکمل ترین اور سب سے زیادہ واضح ذریعہ سمجھی جاتی ہے۔پس زبان کی واضح تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ زبان انسانی خیالات واحساسات کی پیدا ہوئی وہ تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا نام ہے جس میں زیادہ تر قوت گویائی شامل ہے اور جن کا مطلب دوسرا انسان سمجھ سکتا ہے اور جس وقت چاہے اپنے ارادے سے دہرا سکتا ہے۔ (۲)"

زبان کے حصے

مفکرین نے زبان کو دو اہم حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

ا۔ طبعی زبان

۲۔ وضعی زبان

طبعی زبان:

طبعی زبان میں اشارات و کنایات اور دیگر کوائف شامل ہیں اور اس کی تین اقسام ہیں۔

ا۔ طبعی بالصوت: یعنی آہ بھرنا، واہ واہ کرنا

۲۔ طبعی بالحرکات: جیسے اشارہ کرنا ہاتھ یا آنکھ سے

۳۔ طبعی بالکوائف: یعنی انسانی چہرہ، چہرے کی رنگت یا کیفیت سے جذبات کا اظہار ہونا۔

وضعی زبان:

وضعی زبان، طبعی زبان کا عملی نمونہ ہے اور اس کا عکس ہے۔ اشارات و کنایات جو مختلف صوتیات کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

زبان کی اقسام:

زبان کی اقسام مختلف لحاظ سے مختلف ہیں۔

۱۔ بلحاظ وسعت معنی: حرکاتی زبان، صدائی زبان

۲۔ بلحاظ مدارج کیفیت: بولی، زبان، ادبی زبان، کلاسیکی زبان

۳۔ بلحاظ مقام: شہری، دیہاتی، صوبائی، بین صوبائی، ملکی، مادری

۴۔ بلحاظ ترکیب و ساخت: پیوندی

۵۔ بلحاظ زمانہ: متروک، مردہ، قدیم، جدید

۶۔ بلحاظ متفرق: کاروباری، دفتری، تعلیمی، اخباری، نشری علمی، مجلسی، مراسلاتی، مذہبی

بلحاظ قرابت لغوی: یعنی اصولِ کلمات قواعد و ساخت اور جملوں کی ترکیب میں تشابہ کے لحاظ سے دنیا کی زبانوں کی اقسام ہندیوپی، سامی، حامی، تورانی
۔

ماہرین لسانیات نے زبان سے متعلق مختلف نظریات پیش کیے ہیں۔ جن میں زبان ایک تحفہ الٰہی ہے، زبان مجموعہ اشارات و کنایات ہے، زبان ماحصل تقلید و نقل ہے، زبان مجموعہ جذبات ہے اور زبان مجموعہ اصوات ہے۔

اشارات، کنایات، چہرہ کی بناوٹ، طرز گفتگو، آوازیں اور الفاظ زبان کے اہم ارکان ہیں۔ مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں۔۔۔

> "وہ اظہار کا وسیلہ ہے کہ متواتر آوازوں کے سلسلے میں ظاہر ہوتا ہے۔ جنہیں تقریر یا سلسلہ الفاظ یا بیان یا عبارت کہتے ہیں۔ اسی مضمون کو ایک شاعرانہ لطیفے میں ادا کرتا ہوں کہ زبان (خواہ بیان) ہوائی سواریاں ہیں جن میں ہمارے خیالات سوار ہو کر دل سے نکلتے ہیں اور کانوں کے رستے اوروں کے دماغوں میں پہنچتے ہیں۔ اس سے رنگین تر مضمون یہ ہے کہ جس طرح تصویر اور تحریر قلم کی دستکاری ہے جو آنکھوں سے نظر آتی ہے اسی طرح تقریر ہمارے خیالات کی زبانی تصویر ہے۔ جو آواز کے قلم نے ہوا پر کھینچی ہے۔ وہ صوت ماجرا، کام، مقام اور ساری حالت کانوں سے دکھاتی ہے۔"(۳)

زبان میں تبدیلی یا نئی زبان کی تشکیل اس وقت ہوتی ہے جب مختلف قومیں، مختلف نسلیں، مختلف مذاہب، تاجر و سیاح، درویش، صوفیائے کرام کسی دوسرے ملک یا دور علاقے میں جاتے ہیں یہ لوگ دوسرے علاقے میں آکر اپنی مادری زبان بولتے ہیں تو زبان کے الفاظ، اسماء، محاورات، اصطلاحات، تلمیحات، تشبیہات، استعارات، منقولات، مصادر، افعال، اور تراکیب صرفی و نحوی وغیرہ شامل کرتے ہیں۔ اس قدرتی اتصال سے قدیم مروجہ زبان ایک نیا مرکب بن جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ مخلوط زبان ترقی پا کر قدیم علامات کو ترک کر دیتی ہے اور نئے انداز سے نت نئے الفاظ سے مالا مال ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ لسانی تبدیلی ہمیشہ رہتی ہے۔

لغت کے اعتبار سے زبان منہ کے اندر کا وہ حصہ ہے جس میں ذائقہ چکھنے کی قوت ہوتی ہے اور بطور آلہ نطق استعمال کی جاتی ہے۔ زبان فارسی زبان کا لفظ ہے اور اردو میں بطور اسم مستعمل ہے۔ اس کے ذریعے انسان بات کر سکتا ہے یا تحریر کی صورت میں اپنے خیالات اور جذبات کا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اظہار کرتا ہے۔ ایبنگ ہاؤس کے مطابق زبان روایتی علامتوں کا ایک نظام ہے جو کسی بھی وقت اختیاری طور پر مسلمات کے تحت وضع کیا جاتا ہے۔ ایف ڈی ساسر کے مطابق زبان خیالات اور افکار کا اظہار کرنے والی علامتوں کا نام ہے۔ اوٹو جیسپرسن کے مطابق زبان انسانی سرگرمی اور عمل ہے جس کا مقصد خیالات و جذبات و اظہار ہے۔ پروفیسر خلیل صدیقی کے مطابق زبان انسان کی تکلمی یا نطقی آوازوں سے تشکیل پاتی ہے، علامتی حیثیت رکھتی ہے، اختیاری اور متفق علیہ ہوتی ہے، یہ ایک نظام ہے اور ابلاغ کا ذریعہ ہے۔

زبان اور بولی میں فرق کرنا اس وقت ممکن ہے جب زبان کی ساخت، قواعد، صوتی، صرفی، نحوی اور معنیاتی نظام سے واقفیت حاصل ہو۔ زبان جس جگہ بھی ہو، اس کی ساخت، گرامر اور مجموعہ نظام میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ جہاں بھی کسی زبان کی ساخت اور مجموعہ نظام میں مصوتوں، مصمتوں، اسماء، افعال، صفیری، معکوسی اور ہکاری آوازوں میں تبدیلی پائی گئی تو یہ سمجھنا آسان ہو گا کہ یہ اصل زبان کی ذیلی شکل "بولی" ہے۔ اصل زبان ادب، تعلیم، خط و کتابت، تقریر و تحریر، تہذیب و تمدن، شرفا اور دانش وروں کی زبان ہوتی ہے، جب کہ بولی کاریگروں، کاروباری افراد، ڈرائیوروں، کسانوں، عورتوں، خالص دیہاتیوں، کچہریوں اور بازاروں کی مقامی زبان ہے، جو خطہ بہ خطہ تبدیل ہوتی رہتی ہے اور اس کے الفاظ کو تحریر و تقریر اور خط و کتابت میں شامل نہیں کیا جاتا۔

اصل زبان میں تذکیر و تانیث، واحد جمع، اعراب، روزمرہ و محاورہ اور دیگر لغوی و اصطلاحی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے، جب کہ بولی اس طرح کے لوازمات سے آزاد ہے۔ اصل زبان کی اپنی لغت و قواعد ہوتے ہیں، جب کہ بولی کسی بھی قید سے آزاد ہوتی ہے۔ ادبی زبان شعرا، ادبا، مصنفین اور دانش ور کی زبان ہوتی ہے، لیکن بولی صرف گھر اور علاقہ کی ضروریات تک محدود رہتی ہے۔ ادبی زبان میں گنوار، پست اور فحش الفاظ نہیں ہوتے، لیکن بولیوں میں اس طرح کے الفاظ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اصل زبان پر تکلف اور آفاقی ہوتی ہے۔

"لسانیات" کا لفظ لسان یعنی زبان سے ہے جس کے معنی زبان کا سائنسی مطالعہ کے ہیں۔ زبان کی تشکیل، ماہیت، ارتقاء کے متعلق مکمل آگاہی لسانیات کا موضوع ہے۔ آوازوں سے الفاظ اور الفاظ سے جملوں کا سفر لسانیات کا موضوع ہے۔ لسانیات وسیع علم ہے۔ اس میں زبان کی ساخت کا مطالعہ ہی نہیں کیا جاتا بلکہ ہیئت، ارتقاء، ابتدا کا بھی علم ہوتا ہے۔ لسانیات میں زبان کے بارے میں ہر طرح کے سوال آتے ہیں۔ جتنی وسعت خود زبان میں ہے اتنی ہی لسانیات میں ہے۔ لسانیات میں زبان ایک خاص معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ زبان، آوازوں یا اصوات کا مجموعہ اور ترتیب ہے۔ لسانیات میں انسان کے اعضائے تکلم سے ادا کی جانے والی آوازیں ہی اہم ہیں۔ اور ان ہی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یونانی زبان میں لسانیات کو "فلولوجی" کہا جاتا ہے اس کے لغوی معنی "زبان کی محبت" ہے۔ جبکہ انگریزی میں Linguistic کہا جاتا ہے جبکہ اردو میں "لسانیات" اور اس علم کے ماہر کو ماہر لسانیات کہا جاتا ہے۔ مختلف ماہرین لسانیات "لسانیات" کی وضاحت اپنے اپنے انداز سے کرتے ہیں۔ پروفیسر گیان چند جین لکھتے ہیں۔۔۔

> "لسانیات، زبان کے سائنسی مطالعے کا نام ہے۔ جدید لسانیات کوشش کرتی ہے کہ حتی الامکان زبان کا شخصی و معنوی عنصر نظر انداز کر کے اس کی ہیئت ہی کا مطالعہ کیا جائے۔ اصوات، صرف اور نحو کو معنوی اور نفسیاتی قدروں سے الگ کر کے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ سائنسی مطالعہ ہے۔"(۴)

لسانیات کا بڑا مقصد زبانوں کی معنوی ساخت، ان کی تاریخ، تجزیہ اور ان کی ظاہری تقسیم و گروہ بندی پر غور و خوض کرنا ہے۔ اشاروں کی زبان یا تحریر لسانیات میں مرکزی حیثیت نہیں رکھتے۔ گو ان چیزوں کی اپنی جگہ اہمیت ہو سکتی ہے اسی طرح انسان کے منہ سے ادا ہونے والے

کلمات یا الفاظ اہم ہیں۔اور ان ہی کا سائنسی مطالعہ کیا جاتا ہے۔لسانیات میں زبانی کلمات کے مطالعہ کو بمقابلہ تحریر کے زیادہ اہمیت دینے کی وجوہات یہ ہیں۔

ا۔انسانی تہذیب کے ارتقاء میں زبان بولنا پہلے شروع ہوا اور تحریر کی ایجاد بہت بعد میں ہوئی۔

۲۔پیدا ہونے کے بعد بچہ بولنا پہلے شروع ہوتا ہے اور لکھنا بعد میں سیکھتا ہے۔دنیا میں سب لوگ ہی بولنا جانتے ہیں لیکن لکھنا کم لوگ ہی جانتے ہیں۔

۳۔تحریر میں بہت سی ایسی چیزیں جو زبانی گفتگو میں شامل ہوتی ہیں، ظاہر نہیں ہو سکتیں۔جبکہ زبانی گفتگو میں یہ بخوبی عیاں ہوتی ہیں۔مثلاً آوازوں کا ردوبدل، لہجہ کی اونچ نیچ، جملہ کی نوعیت (سوالیہ، استفہامیہ، یا خوف و حیرت کا اظہار)

ان تمام وجوہات کی بنا پر لسانیات میں زبانی زبان کو تحریری زبان پر فوقیت اور ترجیح دی جاتی ہے۔زبان کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ یہ خود اختیاری ہے۔زبان میں شامل آواز یا آوازوں کے سلسلے سے جو شکلیں بنتی ہیں ان میں اور ان کے معنی میں کوئی فطری یا منطقی تعلق نہیں ہوتا۔یہ تعلق اگر فطری یا منطقی ہوتا تو دنیا کی تمام زبانوں میں کوئی فرق نہ ہوتا۔ڈیوڈ کرسٹل لکھتے ہیں۔

> "بولیوں کی قربانی دے کر صرف تحریری زبانوں کا مطالعہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے زبان کی گاڑی کو لسانیات کے گھوڑے کے آگے جوتنا۔اس کے صحیح ادراک کے لیے ہمیں اس زبان کی فطری بناوٹ کو دیکھنا چاہیے۔یہ کہا جاتا ہے کہ زبان کا کام ایک دوسرے سے بات چیت کرنے میں سہولت مہیا کرنا ہے اگرچہ تحریریں بھی لسانیات کے دائرہ میں آتی ہیں مگر بول چال کے مقابلے میں زبان کے بعد کی بہت ترقی یافتہ منزل ہے۔بول چال لسانیاتی اظہار کا اوّلین ذریعہ ہوتی ہے۔"(۵)

انسان آپس میں بات کرتے ہیں دوسروں کی بات کو سمجھتے ہیں۔بات تو جانور بھی آپس میں کرتے ہیں۔لنگور، شہد کی مکھیاں، مچھلیاں بھی ایک نظام مراسلت رکھتے ہیں۔لیکن لسانیات میں سوائے انسانی زبان کے کسی اور طرف دھیان نہیں دیا گیا۔انسانی زبان کی دو ایسی خصوصیات ہیں جو جانوروں میں نہیں پائی جاتیں ایک تو یہ کہ انسانی زبان کے دو حصے ہیں ایک آوازیں دوسرا ایسے جملے جو سمجھ آ سکیں۔دوسری خصوصیت یہ کہ انسان ایک وقت میں بہت سے جملے بول سکتا ہے۔ایسی ایسی باتیں یا جملے بول سکتا ہے جو اس سے پہلے اس نے نہ سنے ہوں۔ایک بات کو بہت سے طریقوں سے بیان کر سکتا ہے۔ڈاکٹر اقتدار حسین خان لکھتے ہیں۔۔۔

> ا"۔زبان کی ساخت کا دوہرا پن، زبان میں دو سطحیں ہوتی ہیں۔پہلی بامعنی اکائیوں کی سطح اور ثانوی سطح آوازوں کی ہے انسانی زبان کے علاوہ یہ دونوں سطحیں کسی اور میں نہیں ہوتیں۔
>
> ۲۔دوسری خاصیت جو انسانی زبان کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے وہ ہے زبان کی پیداوار۔اس سے مراد کہ انسان کے لیے ممکن ہے کہ وہ لاتعداد جملے بول سکے۔وہ ایسے ایسے جملے بول سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے جو اس سے پہلے اس نے کبھی نہ سنے ہوں اور نہ کبھی بولے ہوں۔" (۶)

مغرب میں لسانیاتی مباحث اور تحریروں کا آغاز یونانی مفکرین کے نظریوں سے ہوتا ہے۔ مشہور یونانی فلسفی سقراط نے چوتھی صدی میں زبان کی پیدائش کے تعلق سے اپنی فلسفیانہ رائے قائم کرتے ہوئے بتایا کہ فطری ضرورتوں کے تحت زبانیں وجود میں آتی ہیں۔ اس کے بعد افلاطون کا نام آتا ہے۔ اس نے اپنے استاد سے استفادہ کیا اور اپنی کتاب کریٹیلس (cratylus) سے زبان کے مختلف پہلوؤں پر غور وخوض کیا۔ ارسطو نے بھی زبان کی ساخت کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا اور آٹھ اجزائے کلام parts of speech کا تعین کیا۔ اس وقت زبان کے ابلاغ کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے زبان کی ساخت اور اس کا مطالعہ کیا جانے لگا۔ مختلف قواعد لکھی جانے لگیں تا کہ زبانوں کے تراجم کیے جا سکیں۔ قواعد لکھنا اور زبان کی ساخت اور سیکھنا سکھانے کا سلسلہ بہت قدیم ہے۔ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے کے لیے مختلف قواعد بنائے گئے۔

مبلغین اپنی باتوں کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے عوام کی زبان سیکھنے لگے۔ اس طرح زبان کے مطالعے کا دائرہ بڑھنے لگا۔ زبانوں کے تقابلی مطالعے کیے جانے لگے۔ مختلف ماہرین لسانیات زبانوں کی تاریخ اور کون سی زبان کس علاقے سے ہے اس پر تحقیقی کام کرنے لگے۔ گیان چند جین نے اپنی کتاب "عام لسانیات" میں لسانیات کی تاریخ کو بہت تفصیلی بیان کیا ہے۔ اس میں انھوں نے بہت سے مغربی ماہرینِ لسانیات اور اس کے ساتھ مشرقی ماہرینِ لسانیات کا اور ان کی کتب کا ذکر کیا ہے۔ چند کتب درج ذیل ہیں۔۔

محمود شیرانی: پنجاب میں اردو،

ڈاکٹر محی الدین قادری زور: ہندوستانی لسانیات، اور انگریزی میں ہندوستانی صوتیات،

ڈاکٹر مسعود حسین خان: تاریخ زبان اردو اور انگریزی میں، اردو لفظ کا صوتی اور فونیمی مطالعہ، ڈاکٹر شوکت سبز واری: اردو زبان کا ارتقا اور داستان زبان اردو

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ: لسانی مطالعے۔

کے ایس بیدی: تین ہندوستانی زبانیں

زبان کی ماہیت اور اس کے ارتقاء کے بارے میں غور وخوض ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے۔ گزشتہ تیس چالیس سال کے عرصہ سے صرف ونحو کے مسائل نئے انداز سے دیکھے جا رہے ہیں۔ آج دن بدن ان مسائل کے بارے میں نئے نئے نظریات سامنے آ رہے ہیں۔ اور لسانیات آج زبان وادب، عمرانیات، بشریات، نفسیات، فلسفہ، ریاضی اور مشینی ترجمہ کے لیے ناگزیر ہو چکا ہے۔ لسانیات سے تاریخ، تہذیب اور معاشرت کے بہت سے مسائل حل کیے جاسکتے ہیں۔ اس سے مختلف زبانوں اور نسلوں کا باہمی اشتراک واختلاف معلوم کیا جا رہا ہے۔ اور اس سے قوموں اور زبانوں کی عمر کے ساتھ ساتھ ان کے ارتقاء کی بھی معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ زبانیں مختلف علاقوں کا سفر کرتی ہیں اور مختلف نسلوں کے لوگوں تک جاتی ہیں جس سے ان میں تبدیلی ایک فطری عمل ہے۔ اس کا بھی لسانیات مطالعہ کرتی ہے کہ کس زبان نے کس علاقے کا سفر کیا ہے۔

محی الدین قادری زور لکھتے ہیں۔۔۔

> "قدیم قوموں کے عادات واطوار اور رسم ورواج کی نسبت معلومات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ قدیم زبان ہے جس کے پراگندہ نمونے اب قوموں کے باقی ماندہ افراد کے سینوں میں صدیوں بعد تک محفوظ رہتے ہیں۔ اور جو لسانیات کی مدد سے منضبط اور منظم ہو کر تشریح حاصل کرتے ہیں۔ مختلف قوموں کی تاریخ اور ماقبل تاریخی حالات کا اندازہ کرنے میں لسانیات سے زیادہ مفید کوئی اور علم ثابت

> نہیں ہوا۔ مثال کے طور پر مقامات کے ناموں کی تشریح و تجزیہ ہی کو لیجئے جس کی مدد سے آج یورپ اور مغرب ایشا کی قدیم ترین تاریخیں مرتب کی جارہی ہیں۔"(۷)

قدیم اور مردہ زبانوں کے رسم الخط اور ادب کی تفہیم بھی لسانیات کی مدد سے ممکن ہو گئی ہے۔ جن زبانوں کا رسم الخط نہیں ہوتا لسانیات انہیں رسم الخط عطا کرتی ہے۔ اور موجودہ رسم الخط میں جو خامیاں ہیں انھیں اس کی مدد سے دور کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی زبان کی عبارت کو دوسری زبان میں لکھنا ممکن نہ ہو تو لسانات ایسے نشان وضع کرتا ہے جن کے ذریعے عبارت کو دوسری زبان میں لکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس طرح ہر زبان حقیقی تلفظ کے ساتھ لکھی جا سکتی ہے۔ کسی بھی زبان کو سیکھنے کی ضرورت دو وجہ سے ہو سکتی ہے یا تو کسی زبان کو سیکھنا مقصود ہو یا پھر اپنی زبان کسی کو سیکھانی ہو۔ کیونکہ جب تک بنیادی معلومات نہیں ہوں گے تذکیر و تانیث، افعال، جملے کس طرح بنائے جاتے ہیں اس کے لیے بھی لسانیات۔ گیان چند جین لکھتے ہیں۔۔۔"

> "لسانی تجزیے کی ضرورت دو اعتبار سے پڑتی ہے۔ اپنی زبان کو سیکھنے سکھانے میں اور غیر زبان کو سیکھنے میں۔ اپنی زبان کو روایتی قواعد کی مدد سے سیکھنے سکھانے میں بڑا وقت اور محنت درکار ہوتی ہے ہر قاعدے میں مستثنیات ہوتے ہی بڑا لمبا سلسلہ چل پڑتا ہے۔ لسانیات اس الجھاوے کو تھوڑے سے اصولوں میں سمیٹ لیتی ہے۔ بیرونی زبانوں کو روایتی قاعدوں سے سیکھنے میں بہت ازبر کرنا پڑتا ہے اور اس کے بعد بھی بیرونی زبان صحیح طور پر بولنی یا لکھنی نہیں آتی لیکن جدید لسانیات کے قاعدوں سے یہ بہت جلدی سیکھی جا سکتی ہے۔"(۸)

لسانی و ادبی تحقیق میں مخطوطات کا زمانی تعین بہت اہمیت رکھتا ہے۔ لسانیات کے بعض اصولوں کی مدد سے مخطوطات کے زمانی تعین میں بھی مدد ملتی ہے۔ لسانیات کی مدد سے ایسے قواعد بھی بنائے جارہے ہیں جن سے کسی بھی زبان کو بہت جلدی سیکھا جا سکے۔

اس کی افادیت کے پیش نظر ترقی یافتہ ممالک میں لسانیات کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ اس علم سے افواج بھی بھرپور فائدہ اٹھارہی ہیں۔ لسانیات کے زریعے خفیہ الفاظ بنائے جارہے ہیں اور دوسروں کے خفیہ الفاظ پڑھنے پر بھی کام ہو رہا ہے۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب ایک ایسی مشین بنائی جائے گی جس سے عبارت کا ترجمہ کسی بھی دوسری زبان میں چند سیکنڈ میں ہو جائے گا۔ لیکن مشین کو اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ اسے دونوں زبانوں کی ساخت کے بارے میں سب کچھ بتا دیا جائے۔ جن میں انہیں ربط پیدا کرنا ہے۔ ساتھ ہی کہ کیسے ایسے مترادف اور متبادل الفاظ معلوم کیے جاسکتے ہیں جن کی موجودگی کا ہمیں علم ہے یہ ایک ایسا پس منظر ہے جو ایک ماہر لسانیات ہی فراہم کر سکتا ہے۔ لسانیات کے توسط سے انسانی گروہوں کے درمیان مطابقت، یکسانیت اور ہم آہنگی کے جذبات عام ہوتے ہیں۔ اور اس طرح باہمی اخوت پیدا ہوتی ہے۔

حوالہ جات

1.Hornby, A.S,Oxford Advance Learner`sDictionary of Current English, Oxford: Oxford university Press, N.Apg 472

۲۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر ، "ہندوستانی لسانیات"، لکھنؤ: نسیم بک ڈپو ، مارچ ۱۹۶۰ء، ص:۳۲

۳۔ محمد حسین آزاد، مولانا، "سخندان فارس" لکھنؤ: اترپردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۶ء، ص:۶

۴۔ گیان چند جین، پروفیسر، "عام لسانیات"، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو ۱۹۰۷ء، ص:۱۷

۵۔ ڈیوڈ کرسٹل، "لسانیات کیا ہے"، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو ۲۰۰۰ء، ص:۲۶

۶۔ اقتدار حسین خان، ڈاکٹر، "لسانیات کے بنیادی اصول"، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۵ء، ص:۱۲

۷۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، "ہندوستانی لسانیات"، لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، مارچ ۱۹۶۰ء، ص:۲۱

۸۔ گیان چند جین، پروفیسر، "عام لسانیات"، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو ۱۹۰۷ء، ص:۱۸